# کلامِ مومن کے عشقیہ پہلو

محمد حنظلہ

ریسرچ اسکالر،شعبۂ اردو

ایل،این،ایم،یو،دربھنگہ

ملخص

جب ہم مومن کے کلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان کی ایسی متعدد غزلیں ملتی ہیں جو ان کی علمیت وعظمت کا اعتراف کرتی ہیں۔ وہیں مومن کے کلام میں ہجر وفراق پر بہترین مثال ملتی ہے۔ یہ ہجر روایتی نہیں ہے بلکہ حقیقی عشق کی مثال ہے جہاں وصل کو پیش کیا وہاں لطف ہی لطف ہے اور جہاں فراق کی باتیں ہوئیں وہاں بے پناہ درد ہے۔ مومن نے صرف غزل کو اپنا میدان نہیں بنایا بلکہ انھوں نے مثنویاں،قصیدے، قطعات، رباعیات میں اپنی فن کاری دکھائی لیکن غزل پر انھوں نے خاص توجہ دی۔ مومن کے ابتدائی دور کے کلام میں شاہ نصیر کا رنگ غالب ہے۔ لیکن جلد ہی مومن نے اس رنگ کو اپنے کلام سے الگ کر دیا اور اپنی طرز ادا الگ اختیار کی،انکے کلام میں تغزل،جدید تراکیب، معاملہ بندی، تلمیحات اور تسلسل بیان ملتا ہے۔ ویسے تو غزل میں تسلسل بہت کم پایا جاتا ہے۔ لیکن شعرا نے اپنی بعض غزلوں میں ایک ہی موضوع کو تسلسل کے ساتھ پیش کیا ہے۔ مومن کی چند غزلوں میں بھی مسلسل کی مثال دیکھنے کو ملتی ہے

انیسویں صدی میں کئی نامور شعرا نے اپنے تجربات سے اردو غزل کو مالا مال کیا ہے۔ انہیں میں ذوق، غالب اور مومن اہم ہیں۔ مومن نے کئی اہم موضوعات کو اپنی شاعری میں پیش کیا ہے لیکن اس کا دائیرہ محدود ہے۔ مومن نے حسن وعشق کو مختلف طریقوں سے بڑی

خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا ہے۔مومن کا عشق انکی حقیقی زندگی میں جیسا بھی ہولیکن وہ اپنی شاعری میں عشقیہ موضوعات کو جس حسن وخوبی سے برتتے ہیں کہ اس میں حقیقت نگاری وحسن دونوں ایک ساتھ واضح طور پر نظر آتے ہیں۔ادب نثر ہو یا نظم اس میں اگر حُسن ہو اور حقیقت کا گمان ہو تو اسے ادب میں جگہ دے سکتے ہیں۔

مومن کا بیشتر کلام عاشقانہ ہیں اور اس میں بھی مختلف رنگ دیکھے جا سکتے ہیں۔جو عاشقوں کی پہچان بن چکے ہیں۔وہ عشق کا جو تصور پیش کرتے ہیں اس میں محبت کی انتہا، ماضی کی یادیں، ہجر، پردہ نشیں، جاں نثاری، عجز و نیاز، بے وفائی، راز داری اور شکوے وغیرہ تمام عناصر موجود ہیں۔وہ محبوب سے اپنا راز چھپانے کو کہتے ہیں کہ جب ملنا اشارے کنائے سے آنکھوں کے اشاروں سے باتیں کر لینا۔اسی طرح مومن کے عشق کا دوسرا روپ اس سے بالکل مختلف ہے۔ان کے تمام اشعار میں عشق کے تمام پہلو دیکھے جا سکتے ہیں۔عاشقوں پر گزرنے والی حقیقی کیفیتوں کو مومن کے اشعار میں دیکھا جا سکتا ہے۔چند اشعار مثال کے طور درج کرنا اہم ہو جاتا ہے۔

لگتی ہیں گالیاں بھی ترے منہ سے کیا بھلی
قربان تیرے پھر مجھے کہہ لے اسی طرح
نے تاب ہجر میں ہے نہ آرام وصل میں
کم بخت دل کو چین نہیں ہے کسی طرح
رو یا کریں گے آپ بھی پہروں اسی طرح
اٹکا تمہیں جو آپ کا دل بھی مری طرح

مذکورہ بالا اشعار ایک ہی غزل سے لئے گئے ہیں جس میں عاشق کی مختلف کیفیت مختلف روپ میں نظر آتے ہیں۔غزل کا روایتی عشق تمام شاعر بیان کرسکتا ہے۔لیکن عشق کے حقیقی روپ کا

ہر پہلو وہی شاعر بیان کر سکتا ہے جس نے عشق کیا ہو۔ مومن کے عشق میں حقیقت نگاری کا سبب یہ ہے کہ انھوں نے بھی ایک پردہ نشیں معشوق کو چاہا۔ جو ایک شاعرہ تھیں حجاب تخلص کرتی تھیں۔ مومن کی شاعری میں معشوق کے لئے پردہ نشیں لفظ بار بار آیا ہے۔ چند اشعار ملاحظ ہوں:

ہجر پردہ نشیں میں مرتے ہیں
زندگی پردہ ورنہ ہو جائے
غیروں سے ہو پردہ نشیں کیوں نہ بے حجاب
دم ہائے بے اثر مرے پردہ اٹھا گئے

کلام مومن میں اس طرح کے بہت سے اشعار آئے ہیں جن میں محبوب کے لیے پردہ نشیں کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اس طرح مومن نے محبوب کے لئے ایک نیا انداز نیا لفظ استعمال کیا جو اپنے آپ میں اچھوتا ہے اور موزوں بھی۔ کلام مومن کا عشقیہ انداز بعض جگہ اس قدر دلکش ہے کہ قارئین اس دلکشی میں کھو جائے، ایک ایسا حسن ہے کہ اس کے سحر میں ڈوب جائے، ایک ایسی موسیقی جو دلوں میں اتر جائے، ایک ایسی محبت جو قارئین کو اپنی روداد لگے۔ یہاں پر چند اشعار دیکھیں:

ٹھانی تھی دل میں اب نہ ملیں گے کسی سے ہم
پر کیا کریں کہ ہو گئے نا چار جی سے ہم
ہنستے جو دیکھتے ہیں کسی کو کسی سے ہم
منہ دیکھ دیکھ روتے ہیں کسی بے کسی سے ہم

مذکورہ بالا اشعار میں بیان کی سادگی ہے لیکن اس سادگی میں بھی حسن اسی طرح نظر آتا ہے جیسے ایک حسین دوشیزہ سادگی میں بھی قیامت لگتی ہے۔شاعری اصل حسن شاعر کے انداز و بیان اور لفظوں کے انتخاب سے آتا ہے۔مومن نے ان باتوں کا خیال رکھا اور اپنے کلام میں وہ حسن پیدا کیا جو حسین ہونے کے ساتھ ساتھ نازک بھی ہے۔عام طور پر شاعری کرتے ہوئے شعراء حقیقت نگاری کو نظرانداز کر دیتے ہیں۔میرے خیال میں بھی شاعری کے لیے حقیقت نگاری ضروری نہیں۔کلام میں حسن ہو اور اشعار تمام فنی خوبیوں سے مالا مال ہو۔لیکن جب کسی اشعار میں میں فنی خوبیوں کے ساتھ حقیقت نگاری بھی ہو تو شاعری کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے۔

مذکورہ اشعار میں شاعر نے ان تمام خوبیوں کو ملحوظ خیال رکھا ہے۔شاعر پہلے مصرعے میں یہ عہد کرتا ہے کہ اب ہم کسی سے نہیں ملیں گے لیکن دوسرے مصرعے میں وہ اپنا عہد توڑ بیٹھا۔کیونکہ اس کا اپنے آپ پر پر قابو نہیں رہا۔شعر میں کس قدر حقیقت پسندی سے کام لیا گیا ہے۔کسی بھی چیز کے نہ کرنے کے لیے عہد کرنا آسان ہے لیکن اسی عہد پر قائم رہنا بڑا مشکل ہے۔بعض اشعار کچھ لوگوں کی زندگی کی ترجمانی کرتے ہیں لیکن بعض اشعار ایسے ہوتے ہیں جو بیشتر لوگوں کی ترجمانی کرتے ہیں۔مومن کا یہ شعر اسی فہرست میں آتا ہے۔یوں تو مومن کا دایئرہ محدود ہے لیکن حسن و عشق کا کوئی بھی پہلو مومن کی نظروں سے اوجھل نہیں رہا۔حسن و عشق کے تمام پہلوؤں کو اپنی شاعری میں جگہ ہی نہی دی بلکہ اسے پیش کرنے کے لیے دلکش انداز بھی اختیار کیا ہے۔

مومن نے صرف غزل کو اپنا میدان نہیں بنایا بلکہ انھوں نے مثنویاں ،قصیدے، قطعات، رباعیات میں اپنی فن کاری دکھائی لیکن غزل پر انھوں نے خاص توجہ دی۔مومن کے ابتدائی دور کے کلام میں شاہ نصیر کا رنگ غالب ہے۔لیکن جلد ہی مومن نے اس رنگ کو اپنے کلام سے الگ کر دیا اور اپنی طرز ادا الگ اختیار کی ،انکے کلام میں تغزل ،جدید تراکیب، معاملہ بندی، تلمیحات اور تسلسل بیان ملتا ہے۔ویسے تو غزل میں تسلسل بہت کم پایا جاتا ہے۔لیکن شعرا نے اپنی بعض غزلوں میں ایک ہی موضوع کو تسلسل کے ساتھ پیش کیا ہے۔مومن کی چند غزلوں میں بھی

مسلسل کی مثال دیکھنے کوملتی ہے۔ان کی ایک غزل میں عشقیہ موضوع کوتسلسل کے ساتھ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ ماضی کی تمام یادیں، بھولی ہوئی تمام باتیں،خوبصورت لمحات بیک وقت آ گئے ہیں۔چند اشعار ملاحظ ہوں:

وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہی یعنی وعدہ نباہ کا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہ جو لطف مجھ پہ تھے پیشتر وہ کرم کہ تھا مرے حال پر
مجھے سب ہے یاد ذرا ذرا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
کبھی بیٹھے سب میں جو رو برو تو اشاروں ہی سے گفتگو
وہ بیان شوق کا بر ملا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
جسے آپ کہتے تھے آشنا جسے آپ کہتے تھے با وفا
میں وہی ہوں مومن مبتلا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

مذکورہ بالا اشعار میں غزل مسلسل کی ایک مثال پیش کی گئی ہے۔مومن کی اس غزل کو متعدد لوگوں نے روشنی ڈالی جب معاملہ بندی کی مثال پیش کرنی ہوتی ہے۔بیشتر لوگ اس غزل کو موضوع بناتے ہیں لیکن مومن کے یہاں معاملہ بندی کی بہت سی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں پھر کیا بات ہے کہ اکثر لوگ اسی غزل کا انتخاب کرتے ہیں۔دراصل انسانی زندگی کی یہ حقیقت ہے کہ اسے اپنے ماضی سے لگاؤ ہوتا ہے۔زیادہ تر لوگ اپنے حال کو سخت ناپسند کرتے ہیں اور وہ لمحے جب گزر جاتے ہیں تو اسے یاد کرتے ہیں یعنی لوگوں کو حال کے بجائے ماضی میں جینا پسند ہوتا ہے۔مگر ماضی کی خوبصورت یادیں، حسین لمحے ہر کسی کو یاد آتے ہیں۔اس غزل میں محبوب کے ساتھ گزرے ہوئے لمحے بیان کیے گئے ہیں، جس میں محبوب کا وعدہ ، ساتھ نبھانے کا وعدہ، اشارتوں میں گفتگو، روٹھنا، منانا، شکایتیں، وصل کی رات ان تمام باتوں کو پیش کیا گیا ہے۔جس غزل میں محبت کی تمام اداؤں تمام باتوں کو اس قدر حسین انداز میں پیش کیا جائے تو ظاہری بات

ہے قارئین کی انتخاب نظر اسی غزل پر پڑے گی۔اس چھوٹی سی غزل میں محبت کی مکمل داستان پیش کی گئی ہے۔شاعر نے کس قدر معدبانہ وعاشقانہ گفتگو کی ہے۔

جب ہم مومن کے کلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان کی ایسی متعدد غزلیں ملتی ہیں جو ان کی علمیت وعظمت کا اعتراف کرتی ہیں۔وہیں مومن کے کلام میں ہجر وفراق پر بہترین مثال ملتی ہے۔ یہ ہجر روایتی نہیں ہے بلکہ حقیقی عشق کی مثال ہے جہاں وصل کو پیش کیا وہاں لطف ہی لطف ہے اور جہاں فراق کی باتیں ہوئیں وہاں بے پناہ درد ہے۔ہجر وفراق کا درد لامتناہی ہوتا ہے مومن کا درد بھی لامتناہی ہے۔غم ہجر پر چند اشعار ملاحظ ہو:

کانٹا سا کھٹکتا ہے کلیجے میں غم ہجر
یہ خار نہیں دل سے گل اندام نکلتا

سحر تک شام سے تجھ بن ہی حالت رکھی دل نے
نہ مجھ کو چین دیتا تھا نہ آپ آرام لیتا تھا

کلام مومن کا مطالعہ کرنے پر یہ واضح ہوتا ہے کہ ان کی غزلیں غزل کی معیار پر پوری اترتی ہیں۔فن کے لحاظ سے تمام خوبیاں ان کی شاعری میں بدرجہ اتم موجود ہے۔مومن کو خود اپنی عظمت کا احساس تھا وہ لکھتے ہیں کہ:

اگرچہ شعر مومن بھی نہایت خوب کہتا ہے
کہاں سے ایک معنی بند مضمون باب آپنا سا

مومن کے کلام کو زیادہ تر تنقید نگاروں نے سراہا ہے۔مومن خود اپنی صلاحیت کو پہچانتے تھے لیکن ان کی ایک کمزوری تھی کہ وہ اپنے سامنے لوگوں کی صلاحیت کو معمولی قرار دیتے تھے۔ڈاکٹر سلام سندیلوی ان کی اس کمزوری پر قمطراز ہیں:

’’مومن اپنے عہد کے اعلیٰ درجے کے شاعر تھے۔ وہ اپنی لیاقت اور صلاحیت کے سامنے سب کو ہیچ وحقیر سمجھتے تھے۔حد یہ ہے کہ گلستاں سعدی کو بھی ایک معمولی کتاب تصور کرتے تھے۔مومن کا قول تھا کہ اس میں ہے کیا؟ ’’گفت گفت، گفتہ اند۔‘‘(مطالعہ مومن ،ساحل احمد،تاج آفسٹ پریس الہ آباد،سن،1985ء،ص،121)